حافظ محمد اکبر شاہ بخاری۔ جام پور

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت علمائے ربانی میں وہ عظیم شخصیت تھی جس کو دین و سیاست کے رجالِ کار کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔ کل کا مورخ جب پاکستان کے بانی، محرک اور مؤید اہلِ فکر اور نظریہ پاکستان کو فروغ دینے والے مدبرین و مبصرین پر قلم اٹھائے گا تو علمائے حق میں سے شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے اسم گرامی کو سنہری حروف سے لکھنے پر مجبور ہو گا۔ آپ کو نہ صرف ہندوستان و پاکستان کے اہلِ علم بلکہ تمام دُنیائے اسلام متفقہ طور پر آسمانِ علم و حکمت و سیاست کا نیرّ اعظم تصوّر کرتی ہے۔ یُوں تو دُنیا میں بڑے بڑے اہلِ علم گذرے ہیں مگر ایسی شخصیت جس کو یکساں طور پر تفسیر، حدیث، فقہ، علم کلام و معقولات و منقولات، تقریر و تحریر اور سیاسیات میں بصیرت حاصل ہو کوئی کوئی ہوتی ہے۔

حضرت مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت دین و سیاست کا سنگھم تھی اور تمام علوم کی جامع، پھر ان سب کا یہ کمال تھا کہ وہ دین اور بین الاقوامی مسائل کو ہم آہنگ بنانے میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ آپ کی شخصی عظمت اور علمی و روحانی مقام کے بارے میں حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب قاسمی مہتمم دارالعلوم دیوبند فرماتے ہیں کہ:۔

" حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اس تاریک دور میں علم و عمل، اخلاص و ہمّت اور علم ظاہری و باطنی کے آفتاب و ماہتاب تھے، رُشد و ہدایت کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ آخر وقت تک تحریر و تقریر اور درس و تدریس کے ذریعے حقیقت و معرفت کی شمعیں جلاتے رہے اور راہِ طریقت و تصوّف کے ذریعے خلق اللہ کے تزکیۂ نفس اور باطنی اصلاح میں مصروف تھے۔ سینکڑوں علماء اور ہزاروں افراد آپ کے فیوض و برکات سے مستفید ہوئے۔" (ماہنامہ الرشید لاہور دسمبر ۱۹۷۶ء)

مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:۔

حضرت عثمانی عہدِ حاضر کے اُن کُر فن علماء، ادباء، اتقیاء کی صف میں ایک بلند اور ممتاز مقام رکھتے تھے۔ حق تعالیٰ نے اُن کو علمی و عملی مقامات میں ایک خاص امتیاز عطا فرمایا تھا اور ساتھ ہی بزرگانِ دین کی صحبت نے تواضع اور فروتنی کی بھی وہ صفت عطا کر دی تھی کہ جو علماء دیوبند کا خاص امتیاز ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو علمی کمالات کے ساتھ باطنی کمالات سے بھی مزّین فرمایا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسی جامع علم و عمل باخدا ہستیاں کہیں قرنوں میں پیدا ہوتی ہیں۔" (ماہنامہ بیّنات کراچی)

یہ فخرِ روزگارِ عالم ۱۳ ربیع الاوّل ۱۳۱۰ھ کو شیخ لطیف احمد صاحب عثمانی کے گھر قصبہ دیوبند ضلع سہارنپور میں پیدا ہُوا۔ آپ حضرت حکیم الامّت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ کے حقیقی بھانجے تھے۔ والدہ محترمہ کا انتقال پیدائش کے تین ماہ بعد ہی ہو گیا تھا۔ ابتدائی تربیت دادی صاحبہ نے کی۔ پانچ سال کی عمر میں دارالعلوم دیوبند میں قرآن شریف پڑھنا شروع کیا۔ پھر حضرت مفتیٔ اعظم مولانا محمد شفیعؒ صاحبؒ کے والدِ محترم مولانا محمد یٰسین صاحب دیوبندیؒ سے فارسی، ریاضی اور منطق پڑھی۔ اس کے بعد تھانہ بھون میں حضرت مولانا عبداللہ گنگوہی سے عربی زبان کا درس لیا۔ اس سے فارغ ہوئے تو حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ آپ کو کانپور لے گئے جہاں پر مولانا محمد اسحاق بردوانی" اور مولانا محمد رشید کانپوریؒ" سے دینی تعلیم حاصل کی۔ یہاں سے فارغ ہوئے تو مظاہر العلوم سہارنپور میں اس زمانہ کے نامور بزرگ محدّث حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری قدس سرہٗ کی شاگردی کا شرف حاصل کیا۔ نامور اُستاذ کا یہ ہونہار شاگرد تعلیم و تربیت کی یہ تمام منازل اٹھارہ سال کی عمر میں طے کر گیا تھا۔ اور ۱۳۲۸ھ کو اپنی تعلیم مکمل کر کے اسی درسگاہ "مظاہر العلوم سہارنپور" میں مدرس مقرر ہُوا۔ حضرت عثمانی، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری کے شاگرد ہی نہیں تھے بلکہ اپنی روحانی صلاحیتوں کی وجہ سے اُن سے شرفِ خلافت بھی حاصل کیا ہُوا تھا۔ ان کے علاوہ امام العصر حضرت علاّمہ محمد انور شاہ کشمیریؒ اور عارف باللہ حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلویؒ سے بھی کافی عرصہ فیضان حاصل کیا۔

بلاشبہ عہدِ حاضر میں حضرت عثمانی قدس سرہٗ کا شمار ان علماء دین میں کیا جاتا ہے جن پر عرب و عجم ہمیشہ ناز کرتا رہے گا۔ سات سال مظاہر العلوم سہارنپور میں درس و تدریس دینے کے بعد آپ تھانہ بھون چلے آئے جہاں آئندہ سات برس تک حدیث و فقہ اور منطق کا درس دیتے رہے۔ اسی دوران آپ نے اپنی معرکۃ الآراکتاب" اعلاء السنن" بیس ضخیم جلدوں میں علمِ حدیث پر عربی زبان میں تصنیف کی۔ اس بلند پایہ علمی تالیف کو عالمِ اسلام کے مشاہیر علماء نے جس طرح خراجِ تحسین پیش کیا وہ قابلِ دید ہے۔ چند مشاہیر علماء کی مختصراً آراء پیش کی جاتی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:۔

"مصر کے نامور محقق عالم علامہ زاہد الکوثریؒ اس کتاب کو دیکھ کر فرماتے ہیں کہ:۔

"اس کتاب کے مؤلف جو حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے بھانجے ہیں یعنی محدث، محقق، مدبر، ناقد زبردست فقیہہ، مولانا ظفر احمد عثمانی تھانویؒ کو اللہ تعالیٰ نے علمی خدمات کے زیادہ سے زیادہ مواقع مہیا فرمائے ہیں تو اس غیرت مند عالم کی علمی قابلیت و مہارت اور اس مجموعہ کو دیکھ کر حیران و ششدر رہ گیا جس میں اس قدر مکمل تحقیق و جستجو اور تلاش و تدقیق سے کام لیا گیا ہے کہ ہر حدیث پر فن حدیث کے تقاضوں کے مطابق متن پر بھی اور سند پر بھی اس طریقہ سے کام کیا گیا ہے کہ اپنے مذہب کی تائید پیش کرنے میں تکلیف کے آثار قطعاً نظر نہیں آتے بلکہ اہل مذاہب کی آراء پر گفتگو کرتے ہوئے یوں معلوم ہوتا ہے کہ انصاف کا دامن کہیں ہاتھ سے نہیں چھوٹا۔ مجھے اس کتاب کے مصنف پر انتہائی درجے کا رشک ہونے لگا۔ مردوں کی ہمت اور بہادروں کی ثابت قدمی اس قسم کے نتائج فکر پیدا کیا کرتی ہے۔ خدا ان کی زندگی کو خیر و عافیت کے ساتھ دراز فرمائے کہ وہ اس قسم کی مزید تصنیفات پیش کر سکیں۔"

(المفتی دیوبند ۱۳۵۷ھ بحوالہ ہفت روزہ صوت الاسلام لاہور)

محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری مدظلہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

"اگر حضرت عثمانیؒ کی تصانیف میں اعلاء السنن کے علاوہ اور کوئی تصنیف نہ ہوتی تو بھی تنہا یہ کتاب ہی علمی کمالات، حدیث و فقہ و رجال کی قابلیت و مہارت اور بحث و تحقیق کے ذوق کو محنت و عرق ریزی پر سلیقہ کے لیے برہان قاطع ہے۔ اعلاء السنن کے ذریعہ حدیث و فقہ اور خصوصاً مذہب حنفی کی وہ قابل قدر خدمت کی ہے جس کی نظیر مشکل سے ملے گی۔ یہ کتاب ان کا تصانیف کا شاہکار اور فنی و تحقیقی ذوق کا معیار ہے اور یہ وہ قابل قدر کارنامہ ہے جس پر جتنا رشک کیا جائے کم ہے۔ موصوف نے اس کتاب کے ذریعے جہاں علم پر احسان کیا ہے وہاں حنفی مذہب پر بھی احسان عظیم کیا ہے۔ علماء حنفیہ قیامت تک ان کے مرہونِ منت رہیں گے۔ حق تعالیٰ اُن کو رحمت و رضوان کے درجاتِ عالیہ سے سرفراز فرمائیں۔ آمین۔" (ماہنامہ بینات کراچی ذی الحجہ ۱۳۹۴ھ)

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب حقانی مدظلہ بانی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ـــــ پشاور فرماتے ہیں کہ:-

"حضرت مولانا عثمانی قدس سرہٗ کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ حق تعالیٰ نے آپ کو حدیث رسولؐ کی خدمتِ جلیلہ سے نوازا تھا پھر حضرت حکیم الامت قدس اللہ سرہٗ جیسے مرشد و ہادی و شیخ کامل کی رہنمائی اور سرپرستی میں علمی خدمات سرانجام دینے کا موقع عطا فرمایا۔ اور اپنی ذہانت تبحر علمی کے بدولت حدیثِ مبارکہ سے مذہب حنفی کی تائید و تقویت کا عظیم الشان کارنامہ "اعلاء السنن" جیسی شہرہ آفاق تصنیف کی شکل

میں انجام دیا جس پر حنفی دُنیا بالخصوص اور تمام علمی دُنیا بالعموم ہمیشہ فخر کرتی رہے گی۔ حق تعالےٰ آپ کی مساعیٔ جمیلہ اور خدماتِ جلیلہ کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت بخشے۔ آمین۔"

(ماہنامہ "الرشید" دسمبر ۱۹۷۶ء)

اعلاء السنن کے بارے میں حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ کا ارشادِ گرامی یہ ہے کہ :-

" ان کے مرکزِ علمی خانقاہِ امدادیہ تھانہ بھون سے اگر اس کتاب کی تالیف کے علاوہ کوئی دوسری علمی خدمت انجام نہ دی ہوتی تو اپنی فضیلت و کرامت کے اعتبار سے یہی ایک کتاب بہت کافی تھی۔"

(ہفت روزہ "صوت الاسلام" لاہور ۱۸ ستمبر ۱۹۷۰ء)

حضرت عثمانی قدس سرہٗ نے کم و بیش ۲۵ برس تک حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کی رفاقت میں تصنیف و تالیف اور تبلیغ و افتاء کی گرانقدر خدمات انجام دی ہیں۔ اسی دوران میں "احکام القرآن" اور "امداد الاحکام" جیسی تفسیر و فقہ کی عظیم الشان تالیفات آپ کے قلم فیض رقم سے منصۂ شہود پر آئیں جو آپ کی علمی و فقہی بصیرت کا بیّن ثبوت ہیں۔ اسی لیے تو حکیم الامت آپ کی علمی صلاحیتوں سے اس قدر متاثر اور مطمئن تھے کہ اپنے ذاتی معاملات میں بھی آپ ہی سے مشورہ فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ فرمایا کہ مولانا ظفر احمد صاحب اس دور کے امام محمدؒ ہیں اور علومِ دین کا سرچشمہ ہیں۔ آپ نے وفات سے پہلے وصیت کی تھی کہ میری نمازِ جنازہ مولوی ظفر احمد صاحب پڑھائیں گے۔ چنانچہ یہ سعادت بھی آپ ہی کو نصیب ہوئی۔ آپ کے شیخ و مربی عارفِ کامل محدثِ وقت حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ فرمایا کرتے تھے کہ :-

" مولانا ظفر احمد عثمانی اپنے ماموں حکیم الامت تھانویؒ کا نمونہ ہیں۔"

(انوار النظر فی آثار الظفر)

حضرت عثمانی قدس سرہٗ کے علمی و روحانی مقام کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ اُن کے تلامذہ اور خلفاء میں ایسے جیّد علماء بھی شامل ہیں کہ جن کا نام آتے ہی گردنیں احترام سے جھک جاتی ہیں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلویؒ، حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی، حضرت مولانا عبد الرحمٰن کامل پوریؒ، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب سہارنپوریؒ، حضرت مولانا شمس الحق فرید پوریؒ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی، حضرت مولانا احتشام الحق تھانوی اور حضرت مولانا سید عبد الشکور صاحب ترمذی جیسے اکابر آپ کے شاگرد اور خلفاء میں سے ہیں۔ ان کے علاوہ لاکھوں تلامذہ اور مریدین ملک و بیرونِ ملک میں دینی، علمی اور اصلاحی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ غرضیکہ آپ کا فیض افریقہ سے

لے کر شرقِ بعید تک پھیلا ہوا ہے اور بالخصوص سابق مشرقی پاکستان کے تو چپے چپے پر آپ کے جلائے ہوئے چراغ روشنی پھیلا رہے ہیں ۔

تھانہ بھون سے برما کے مسلمانوں کی خواہش پر آپ مدرسہ محمدیہ رنگون تشریف لے گئے اور وہاں ۲ برس تک حدیثِ رسول کے چراغ جلائے۔ پھر ڈھاکہ یونیورسٹی نے آپ کو دینی علوم کے سرپرست کی حیثیت سے اپنے ہاں آنے کی دعوت دی گئی۔ تو حضرت حکیم الامت کی اجازت سے آپ وہاں تشریف لے گئے اور کئی سال تک اس یونیورسٹی میں علم کے موتی لٹاتے رہے۔ اس کے بعد مدرسہ عالیہ ڈھاکہ میں بھی آٹھ سال تک صدر مدرس رہے۔ یہیں پر "جامعہ قرآنیہ" لال باغ کی اپنے دستِ مبارک سے بنیاد رکھی۔ یوں آج مشرقی پاکستان کا کوئی چھوٹا بڑا شہر یا قصبہ ایسا نہ ہوگا جہاں آپ کے تلامذہ اور مریدین علم دین کو پھیلانے کی خدمت سرانجام نہ دے رہے ہوں۔ اور یوں آپ نے عمر کا ایک طویل حصّہ اس سرزمین پر اسلامی علوم کی جوت جگانے میں صرف کیا۔ پھر مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی کے اصرار پر وہاں سے دارالعلوم الاسلامیہ ٹنڈو الٰہ یار میں شیخ الحدیث کی حیثیت سے تشریف لائے اور آخر دم تک یہیں دینی، علمی اور اصلاحی خدمات انجام دیتے رہے۔

دینی، علمی، تبلیغی اور اصلاحی خدماتِ جلیلہ کے ساتھ ملکی اور سیاسی خدمات بھی ناقابلِ فراموش ہیں۔ آپ کی سیاسی زندگی کا آغاز باقاعدہ طور پر مسلم لیگ کے اجلاس پٹنہ ۱۹۳۸ء سے ہوا۔ جب نواب اسماعیل کی سرکردگی میں مسلم لیگ نے ایک مجلسِ عمل قائم کی تھی جس کا کام علماء سے رابطہ قائم کرنا تھا اسکی وساطت سے اس اجلاس میں حضرت عثمانی حکیم الامت کے خصوصی نمائندے کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ اجلاس سے پہلے آپ کی قائداعظم سے ملاقات ہوئی۔ سیاست اور مذہب کی علیحدگی اور یکجائی کے مسئلہ پر بات چیت ہوئی۔ قائداعظم اس گفتگو سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے اگلے روز کے اجلاس میں کھلم کھلا شاید پہلی مرتبہ یہ بات کہی کہ مذہب اور سیاست ساتھ ساتھ چلنے چاہئیں۔

۱۹۴۵ء میں مسلم لیگ کی حمایت میں عملی طور پر حصّہ لیا اور مسلم لیگ اور کانگریس کے آخری فیصلہ کن الیکشن میں پورے ہندوستان کا دورہ کر کے مسلم رائے عامہ کو پاکستان کے حق میں ہموار کیا اور جہاں جہاں کانگریس کا اثر تھا ان مقامات پر پہنچ کر ان کے اثرات کو باطل کر دیا۔ پاکستان کی کامیابی میں مولانا عثمانی کے اس دورۂ ہندوستان کو بہت بڑا دخل ہے جس کا اقرار نواب زادہ لیاقت علی خاں نے اپنے ایک خط میں کیا ہے جو انہوں نے نجی طور پر حضرت عثمانی کو لکھا تھا۔ آخر میں قائداعظم کی خصوصی درخواست پر سلہٹ ریفرنڈم کی مہم میں جو نہایت معرکۃ الآراء مہم تھی حضرت مولانا عثمانی قدس سرہٗ ہی نے سر کی تھی۔

اکتوبر ۱۹۴۵ء میں کلکتہ کے مقام پر جمعیت علماء اسلام کا قیام حضرت عثمانی کے ہاتھوں عمل میں آیا اور شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی نے آپ کی درخواست اور خواہش پر جمعیت علماء اسلام کی صدارت قبول فرمائی تھی ۔

۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو قائداعظم کی خواہش پر پاکستان کی پہلی رسم پرچم کشائی کا شرف بھی مغربی پاکستان میں علامہ شبیر احمد عثمانی کو اور مشرقی پاکستان میں مولانا ظفر احمد عثمانی کو حاصل ہوا ۔ قیام پاکستان کے بعد حضرت عثمانی مشرقی پاکستان کی جمعیت علماء اسلام کے صدر کی حیثیت سے علماء مشرقی پاکستان کے ایک نمائندہ وفد کے قائد بن کر کراچی تشریف لائے ۔ اس وفد میں حضرت مولانا اطہر علی صاحب اور مولانا شمس الحق صاحب فرید پوری کے علاوہ مفتی دین محمد خان بھی شامل تھے ۔ آپ نے اردو زبان کو پاکستان میں سرکاری زبان بنانے کے لیے پانچ لاکھ بنگالی مسلمانوں کے دستخطوں کے ساتھ ایک یادگار تحریری دستاویز قائداعظم کی خدمت میں پیش کی ۔ جس کے بعد قائداعظم نے ڈھاکہ پہنچ کر اپنی تاریخی تقریر میں سرکاری زبان کی حیثیت سے اردو زبان کی تائید میں حمایت کا اعلان کیا تھا ۔ ۱۹۴۹ء میں خواجہ شہاب الدین وزیر داخلہ پاکستان کے ہمراہ حکومت کی طرف سے حکومت سعودی عرب کیلئے خیر سگالی مشن میں ایک ممبر کی حیثیت سے شرکت فرمائی اور میدانِ عرفات میں سلطان ابن سعود کی درخواست پر مسلمانانِ عالم کو خطاب فرمایا تھا ۔

پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے سلسلہ میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اور مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے شانہ بشانہ کام کیا اور قرار دادِ مقاصد پاس کرانے میں کامیاب ہو گئے ۔ پھر جب حکومت پاکستان کی طرف سے ملکی قوانین کو اسلامی اصولوں کی روشنی میں مدون کرنے کے لیے ایک لاء کمیشن قائم کیا گیا تو مولانا عثمانی نے ایک اعزازی رکن کی حیثیت سے اراکین لاء کمیشن کی دینی رہنمائی فرمائی اور اس کے بعد ہر مکتب فکر کے جید علماء نے ۲۲ نکات پر مشتمل ایک دستوری خاکہ تیار کیا تو آپ بھی اس میں شامل تھے ۔ بہر حال حضرت عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات اتنی ہیں کہ احاطہ کرنا بہت مشکل ہے ۔

آپ اپنے آخری وقت میں اکثر ذکر و اذکار میں مشغول رہتے ۔ اور زندگی کا آخری حصہ درس و تدریس اور تبلیغ و اصلاح میں صرف کیا ۔ مگر جب بھی ملک میں کسی نئے فتنے نے سر اٹھایا تو آپ باوجود پیرانہ سالی اور ضعف و علالت کے میدانِ عمل میں کود پڑتے تھے اور ہمیشہ ہر جابر و ظالم کے سامنے کلمۂ حق ادا کرتے رہے ۔ آخر کار یہ مردِ حق اپنی دینی ، علمی ، روحانی اور سیاسی خدمات انجام دیتے ہوئے ۲۳ ذی قعدہ ۱۳۹۴ھ بمطابق ۸ دسمبر ۱۹۷۴ء بروز اتوار اپنے خالق حقیقی سے جا ملے ۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

ہزاروں عقیدت مندوں نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی اور نمازِ جنازہ مفتی اعظم پاکستان حضرت

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نے پڑھائی اور پاپوش نگر کراچی کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔ آپ کی وفات پر پورے عالم اسلام کے مشاہیر علماء نے رنج وغم کا اظہار کیا اور آپ کی شخصی عظمت اور خدماتِ جلیلہ کا اعتراف کیا۔

حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد اللہ درخواستی مدظلہ نے اپنے تعزیتی بیان میں فرمایا کہ "مولانا عثمانی کی وفات سے جو خلا پیدا ہوا ہے وہ کبھی پُر نہیں ہوگا۔ وہ اس وقت برّصغیر میں ایک ممتاز اور جیّد عالم دین تھے اُن کی ساری زندگی قرآن و حدیث کی خدمت میں بسر ہوئی۔"

خطیبِ ملّت حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی نے اپنے بیان میں فرمایا کہ "حضرت مولانا عثمانی کی وفات سے تمام علمی و دینی حلقے یتیم ہو گئے اور پاکستان اپنے مذہبی بانی و سرپرست سے محروم ہو گیا ہے۔"

محدّثِ عصر حضرت مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوری مدظلہ نے اپنے تعزیتی اداریے میں تحریر فرمایا کہ "حضرت عثمانی کے عظیم سانحہ نے ہمارے قلوب کو مجروح کر دیا ہے اور ان کی رحلت سے مسندِ علم و تحقیق، مسند تصنیف و تالیف، مسند تعلیم و تدریس، مسند بیعت و ارشاد بیک وقت خالی ہو گئیں۔ اُن کو پُر کرنے والا مستقبل میں کوئی نظر نہیں آیا ہے۔"

فخرِ اسلاف حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں کہ "اُن کی وفات پورے عالم اسلام کا عظیم سانحہ ہے اور اُن کے ساتھ ہی موجودہ صدی کی ایک تاریخ رخصت ہو گئی ہے۔ اللہ تعالےٰ انہیں جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔"

مخدوم العلماء حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہٗ اپنے تاثرات میں فرماتے ہیں کہ:-

آہ! مولانا ظفر احمد رئیس کارواں — علم کے کوہ بلند اور زہد کے شبلی صفات
عالمِ باقی و دائم کی طرف ہو کر رواں — چھوڑ بیٹھے ہیں ہمیشہ کو جہان بے ثبات
اب کہاں وہ فیض علمی اور کہاں اصلاح حال — اب کہاں وہ جامع شرح و طریقت نیک ذات
شمس علم ظاہر و باطن ہوا ہے غروب — روز روشن بخت کا اب بن گیا تاریک رات

عارف باللہ حضرت بابا نجم احسن صاحب نگرامی نے یہ تاریخ وفات لکھی ہے:-

ظفر احمد نہے مردِ حق آگاہ :
مکیں خلد شد مغفور باللہ
۱۳۹۴ھ